ترتیب وتدوین: پروفیسر محمد سرور شفقت

علامہ اقبال اور عشق رسول ﷺ

فلسفہ کی گہرائی اور خدا شناسی:

علامہ اقبالؒ کا مدار فکر اور معیار تمدن ہمیشہ اسوہ حسنہ رہا۔ ان کا کاسہ سر علم سے پُر رہا اور کاسہ دل عشق سے معمور رہا، علم وہ نہیں جو سوز دماغ ہے بلکہ وہ جو سوز جگر ہے اور عشق وہ نہیں جو بوالہوسوں کا شعار ہے بلکہ جو یزداں شکار ہے۔ علم سے انہوں نے راستہ معلوم کیا اور عشق سے منزل کو پایا۔ بیکن نے سچ کہا ہے کہ فلسفے کا تھوڑا علم انسان کو خدا سے بیزار اور گہرا علم خدا کا پرستار بنا دیتا ہے اور اقبالؒ بلا شبہ فلسفے کے گہرے عالم تھے وہ اتنی گہرائی میں اتر کر عشق رسول کے موتی چن کر باہر لائے اور انہیں اپنے دامن میں سجا کر پوری دنیا کو دعوت نظارہ دی اور بڑی بلند آہنگی اور خود اعتمادی سے کہا۔ اے منطق و کلام کے متوالو! اس کلام کو پڑھو جو اُمی نبی ﷺ پر اُترا ہے۔ شاید تمہارا کام بن جائے۔ اے افلاطون اور ارسطو کے شیدائیو! ان کی بارگاہ میں پہنچ کر کچھ سیکھو جن کے ہاتھوں نے تختی کو چھوا اور نہ ان کی انگلیوں نے کبھی قلم پکڑا۔ لیکن لوح وقلم کے سارے راز ان پر منکشف ہو گئے۔

(روزنامہ نوائے وقت 21 اپریل 1994ء علامہ اقبال..... جن کا سرمایہ ہستی تھی فقط عشق رسول ﷺ صاحبزادہ خورشید گیلانی)

والدین کی تربیت:

اقبال کو عشق رسول ﷺ اپنے والد سے ورثہ ملا تھا شیخ نور محمد نے جب بھی اقبال کو کچھ سمجھانا ہوتا یا تنبیہ کرنا ہوتی تو وہ قرآن پاک کے حوالے سے یا حضور ﷺ کی سیرت یا تعلیمات کے حوالے سے کرتے۔ علامہ محمد اقبال کے والد محترم شیخ نور محمد رحمۃ اللہ علیہ کے عشق مصطفیٰ کی کیفیت کا ایک واقعہ علامہ اقبال کے حوالے سے فقیر سید وحید الدین نے یوں تحریر کیا ہے۔

''مثنوی رموز بے خودی میں علامہ نے اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک سائل بھیک مانگتا اور صدا لگاتا ہوا ان کے دروازے پر آیا یہ گدائے مبرم یعنی اڑیل فقیر تھا۔ دروازے سے ٹلنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ اس کے بار بار چیخ چیخ کر صدا لگانے پر علامہ اقبال نے طیش میں آکر اسے مارا۔ علامہ کے والد اس حرکت پر بہت آزردہ اور کبیدہ خاطر ہوئے۔ اور دل گرفتہ ہو کر بیٹے سے کہا کہ قیامت کے دن جب خیر الرسل کی امت سرکار کے حضور جمع ہوگی تو یہ گدائے دردمند تمہارے اس برتاؤ کے خلاف حضور رسالت مآب ﷺ سے فریاد کرے گا''۔

علامہ کے والد ماجد اپنے ریش سفید کا واسطے دے کر بیٹے کو کہتے ہیں کہ مجھے میرے آقا و مولا کے حضور یوں رسوا نہ کرو۔ تم چمن محمد ﷺ کی ایک کلی ہو وہی اخلاق اپناؤ جو حضور ﷺ کو پسند ہیں۔ فقیر وحید الدین لکھتے ہیں کہ شیخ نور محمد علیہ الرحمۃ کے حسن تربیت کا یہ اعجاز تھا کہ جب علامہ اقبال قرآن کی آیت اور حدیث رسول سنتے تھے تو فوراً ''گردن بہ طاعت نہادن'' کی تصویر بن جاتے تھے۔ (روزگار فقیر جلد دوم۔ ص ۱۵۲)

کوہِ اُحد پر لرزہ طاری ہو گیا:

سید نذیر نیازی کی روایت ہے کہ ''ایک مرتبہ ایک صاحب نے علامہ اقبال کے سامنے بڑے اچنبھے کے ساتھ اس حدیث کا ذکر کیا کہ رسول ﷺ اصحاب ثلاثہ کے ساتھ اُحد تشریف رکھتے تھے۔ اتنے میں اُحد لرزنے لگا اور حضور ﷺ نے فرمایا ''ٹھہر جا، تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ اس پر پہاڑ ساکن ہو گیا''۔ علامہ اقبال نے حدیث سنتے ہی کہا۔ ''اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے؟ میں اس کو استعارہ و مجاز نہیں، بالکل ایک مادی حقیقت سمجھتا ہوں اور میرے نزدیک اس کیلئے کسی تاویل کی حاجت نہیں۔ اگر تم حقائق سے آگاہ ہوتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ ایک نبی کے نیچے مادے کے بڑے سے بڑے تودے بھی لرز اٹھتے ہیں۔ مجازی طور پر نہیں، واقعی لرز اٹھتے ہیں''۔ (اقبال کامل ص ۶۴ اور جوہر اقبال ص ۳۸)

نور بصیرت کا راز:

ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ رسول مقبول ﷺ کا دیدار کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے جواب دیا ''پہلے حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرو اور اپنی زندگی کو اسی میں ڈھالو اور پھر اپنے آپ کو دیکھو۔ یہی ان کا دیدار ہے۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کو اتنی بصیرت کیسے حاصل ہوئی۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا کہ اکثر اوقات رسول کریم ﷺ پر درود بھیجتا رہتا ہوں۔ اب تک ایک کروڑ مرتبہ درود شریف کا ورد کیا ہے۔

آپ کے صاحبزادہ ڈاکٹر جاوید اقبال لکھتے ہیں کہ میں نے اماں جان کی موت پر بھی انہیں روتے نہیں دیکھا مگر قرآن سنتے وقت یا رسول اکرم ﷺ کا نام زبان پر آتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ 1933ء میں ایک نوجوان نے حکیم الامت سے اس بارے میں استفسار کیا کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے آنحضرت ﷺ جب چلتے تھے تو درخت تعظیم سے جھک جاتے۔ اس کا کیا مفہوم ہے؟ کیونکہ یہ بات ماورائے فطرت معلوم ہوتی ہے۔ علامہ اقبال نے جواب دیا کہ تمہارا ذہن مختلف راستے پر منتقل ہو گیا ہے۔ تم الجھ کر رہ گئے ہو۔ قدرت کے مظاہرے اور درختوں کے جھکنے میں بھائی یہ واقعہ حضرت عمرؓ کا عشق بتاتا ہے۔ کہ ان کی آنکھ یہ دیکھتی ہے ''اگر تمہیں عمرؓ کی آنکھ نصیب ہو تو تم بھی دیکھو گے کہ دنیا ان کے سامنے جھک رہی ہے''۔

(ماہنامہ فکر و نظر مارچ 1979ء رسالت مآب اور اقبال۔۔۔۔۔۔۔۔ رحیم بخش شاہین)

مَا تُرا جُو ئیم وتُو از دِیدہ دُور ئے غلط، مَا کوروتو اندرحُضور ؟؟(علامہ اقبال)

ہم آپ کو ڈھونڈتے ہیں اور آپ ہماری آنکھوں سے دور ہیں

نہیں یہ بات نہیں، آپ سامنے ہیں، مگر ہم اندھے ہیں

برکات کانزول:

علامہ اقبالؒ سید غلام میراں شاہ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

''خدا تعالیٰ! آپ کو اس امر کی توفیق دے کہ آپ اپنی قوت ، ہمت، اثر و رسوخ اور دولت وعظمت کو حقائق اسلام کی نشرواشاعت میں صرف کریں''۔

ان کوایک اور خط میں لکھتے ہیں:

''میں آپ کے وجود کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کا اخلاص اور وہ محبت جو آپ کو حضور رسالت مآب ﷺ سے ہے آپ کے خاندان پر بہت بڑی برکات کے نزول کا باعث ہوگی''۔

اسم اعظم:

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اسلام کی خدمت وہی کر سکتا ہے جو عشق محمد ﷺ سے سرشار ہو اور جس کو حضور ﷺ کی ذات اور تعلیمات پر پورا پورا یقین ہو۔ شیخ اعجاز احمد (علامہ اقبال کے بھتیجے) کہتے ہیں کہ مجھے میری پھوپھی (ہمشیرہ اقبال) نے بتایا کہ میاں جی کو اسم اعظم معلوم ہے اور انہوں نے اسے اقبال کو بتا دیا ہے۔ علامہ اقبال لاہور سے سیالکوٹ تشریف لائے تو ایک روز اعجاز صاحب نے ان کے پاؤں دباتے ہوئے پوچھا۔ میں نے سنا ہے کہ میاں جی نے آپکو اسم اعظم بتا دیا ہے۔ فرمایا یہ بات تم میاں جی سے ہی پوچھنا۔ چنانچہ ایک دن اعجاز صاحب نے میاں جی سے اسم اعظم کے بارے میں دریافت کیا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا مشکلوں کو آسان کرتی ہے۔ اس لئے دعا ہی اعظم ہے۔ پھر فرمایا قرآن کریم میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی اچھی صفات ہیں جس کے ذریعے سے اس سے دعائیں کرنی چاہیں۔ مثلاً صحت کیلئے یا شافی، رزق کیلئے یا رازق۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے دوسرے صفاتی نام پکارنے سے مشکلیں حل ہوتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ الفاظ صرف زبان سے ہی نہیں دل سے بھی نکلیں اور دل اللہ تعالیٰ کی صفت پر یقین بھی رکھتا ہو۔ اس کے بعد کہا کہ قبولیت دعا کیلئے ایک نسخہ یادرکھنے کے قابل ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر دعا سے پہلے اور بعد حضور سرور کائنات ﷺ پر درود بھیجیں۔ کیونکہ درود سے بڑھ کر اور کوئی اسم اعظم نہیں اور تمہارے چچا کو میں نے اسی ''اسم اعظم'' کی تلقین کی ہے۔ (ماہنامہ کوثر نومبر 1988ء اقبال کیسے بنتا ہے۔ ص 14-13)

رضائے خدا اور رضائے محمد ﷺ:

''غالباً 1929ء کا واقعہ ہے کہ انجمن اسلامیہ سیالکوٹ کا سالانہ جلسہ تھا۔ علامہ اقبال اس جلسے کے صدر

تھے۔ جلسے میں کسی خوش الحان نعت خواں نے مولانا احمد رضا صاحب کی ایک نظم شروع کر دی۔ ایک مصرعہ یہ تھا۔

رضائے خدا اور رضائے محمد ﷺ

نظم کے بعد علامہ محمد اقبال اپنی صدارتی تقریر کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے اور تجاً ذیل کے دو شعر ارشاد فرمائے۔

تماشہ تو دیکھو کہ دوزخ کی آتش ۔۔۔ لگائے خدا اور بجھائے محمد ﷺ

تعجب تو یہ ہے کہ فردوس اعلیٰ ۔۔۔ بنائے خدا اور بسائے محمد ﷺ

(نوادر اقبال۔ سر سید بک ڈپو علی گڑھ۔ ص ۴۵) (بحوالہ راجا رشید محمود اقبال و احمد رضا 1977ء ص ۳۳)

قیمتی آنسو:

ڈاکٹر محمد اقبالؒ کی زندگی کا سب سے زیادہ، ممتاز، محبوب اور قابل قدر وصف جذبہ عشق رسول ﷺ ہے۔ اس کا اظہار ان کی چشم نمناک اور دیدہ تر سے ہوتا تھا کہ جہاں کسی نے حضور ﷺ کا نام نامی ان کے سامنے لیا۔ ان پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہو جاتی تھی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ رسول اکرم ﷺ کا نام آتے یا آپ ﷺ کا ذکر چھڑتے ہی علامہ اقبالؒ پر وارفتگی طاری ہو جاتی۔ رسول کریم ﷺ کی محبت میں علامہ اقبالؒ کے احباب نے انہیں بارہا آنسو بہاتے دیکھا تھا۔ فقیر سید وحید الدین لکھتے ہیں کہ "میں نے ڈاکٹر صاحب کی صحبتوں میں عشق رسول ﷺ کے جو مناظر دیکھے ہیں ان کا لفظوں میں پوری طرح اظہار بہت مشکل ہے۔ وہ کیفیتیں بس محسوس کرنے کی تھیں۔ (فقیر سید وحید الدین، روزگار فقیر جلد اول ص 94)

مولانا عبدالرحمٰن صاحب، جامعہ اشرفیہ لاہور نے ایک بار محفل درود شریف کے بعد بیان فرمایا کہ ایک صاحب حضرت علامہ اقبالؒ کے پاس حج کے بعد ملاقات کیلئے آئے۔ حضرت نے اس سے سفر حرمین شریفین کے بارے میں گفتگو کی اور پوچھا روضہ رسول کریم ﷺ پر بھی حاضری دی تھی۔ اس آدمی نے کہا جی! حضرت پر یکدم رقت طاری ہو گئی اور اس آدمی سے کہا کہ تمہارے پاؤں آنحضور اکرم ﷺ کے در سے ہو کر آئے ہیں۔ انہیں میرے چہرے پر پھیر دو۔ وہ آدمی یہ سنکر گھبرا گیا۔ تمام حاضرین مجلس زار و قطار رونے لگے۔ حضرت علامہ اقبالؒ کی روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔

چشم نمناک:

فقیر صاحب لکھتے ہیں کہ "ڈاکٹر صاحب کا دل عشق رسول ﷺ نے گداز کر رکھا تھا۔ زندگی کے آخری زمانے میں تو یہ کیفیت اس انتہا کو پہنچ گئی تھی کہ ہچکی بندھ جاتی تھی۔ آواز بھرا جاتی تھی اور وہ کئی کئی منٹ مکمل سکوت اختیار کر لیتے تھے تاکہ اپنے جذبات پر قابو پا سکیں اور گفتگو جاری رکھ سکیں" (فقیر سید وحید الدین، روزگار فقیر جلد اول ص 94)

آنسوؤں کی زبانی: فقیر سید وحید الدینؒ لکھتے ہیں:

"جب ڈاکٹر صاحب راؤنڈ ٹیبل کانفرنس سے واپس آئے تو والد صاحب مرحوم ان سے ملنے گئے۔ بڑی مدت بعد ایک دوسرے سے ملاقات ہوئی تھی اس لئے بڑے تپاک سے ملے اور ڈاکٹر صاحب سے ان کے سفر کے تجربات کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ والد صاحب مرحوم نے اثنائے گفتگو کہا "اقبال! اگر تم یورپ ہو آئے۔ مصر اور فلسطین کی بھی سیر کی تو کیا اچھا ہوتا کہ واپسی پر روضہ اطہر کی زیارت سے بھی آنکھیں نورانی کر لیتے"۔ یہ سنتے ہی ڈاکٹر صاحب کی حالت دگرگوں ہوگئی۔ چہرے پر زردی چھا گئی اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ چند لمحے تک یہی کیفیت رہی۔ پھر کہنے لگے فقیر! میں کس منہ سے روضہ اطہر پر حاضر ہوتا"۔

مرزا جلال الدین بیرسٹر کہتے ہیں:

"حضرت علامہؒ کی طبیعت کا یہ سوز و گداز عمر کیساتھ ساتھ بڑھتا گیا اور عشق رسول ﷺ میں انکی سرشاری اور استغراق کے درجے پر جا پہنچا۔ آخر میں تو یہ حال ہو گیا تھا کہ ذرا حضور ﷺ کا نام کسی کی زبان پر آیا اور آپکی آنکھیں پرنم ہو گئیں۔ اسی طرح آپ کو فریضہ حج کی ادائیگی اور روضہ مبارک کی زیارت کی شدید آرزو تھی جو وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی جاتی تھی۔ آخر زمانے میں بیماریوں اور ضعف کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تھا۔ مگر اس وقت بھی یہی لگن تھی کہ شاید طاقت عود کر آئے اور مجھے یہ مقدس سفر نصیب ہو جائے"۔ (جلال الدین بیرسٹر ملفوظات اقبال)

عید میلاد النبی ﷺ:

1926ء میں لاہور میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے علامہ اقبال نے جذبہ تقلید اور جذبہ عمل قائم رکھنے کے تین طریقے بتائے۔ پہلا طریقہ درود سلام ہے، جو مسلمان کی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ دوسرا طریق اجتماعی ہے کہ مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور کوئی حضور آقائے دو جہاں ﷺ کے سوانح حیات بیان کرے اور تیسرا طریقہ اگرچہ مشکل ہے لیکن بہرحال اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے وہ طریقہ یہ ہے کہ یادِ رسول اس کثرت اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت حضور سرور کائنات ﷺ کے وجود مقدس سے ہویدا تھی۔ وہ آج ہمارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے"۔ (آثار اقبال مرتبہ غلام دستگیر رشید۔ ص306 ماہنامہ صوفی منڈی بہاء الدین۔ اکتوبر 1926ء)

(بحوالہ راجا رشید محمود اقبال و احمد رضا ص 61-60)

معراج النبی ﷺ:

لیفٹیننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید اپنے مضمون "علامہ اقبال کا تصور انسان کامل" میں کہتے ہیں:

موسیٰ زہوش رفت بیک جلوۂ صفات　　تو عین ذات می نگری در تبسمی

اس شعر میں "صفات" اور "ذات" کے الفاظ غور طلب ہیں۔ یہ کیا مقام تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور سرور

کونین محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آ میرے محبوب! میں تجھے اپنا آپ دکھاؤں۔ جہاں رسول کریم ﷺ کو دیگر انبیاء پر بہت سے فضیلتیں ہیں وہاں یہ دو سب سے اہم ہیں۔☆ خاتمیت ☆معراج

(بصیر کراچی۔عید میلاد النبی ایڈیشن مئی 1972ء ص 39) اور آخرت میں مقام محمود اور شفاعتِ کبریٰ (مرتب)

نبوت کے اجزاء:

سید نذیر نیازی کے نام خط میں انہوں نے لکھا:

"ختم نبوت کے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاء نبوت کے موجود ہیں۔ یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسلیمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا تھا"۔ (انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار۔ص 46-45)

نزول اشعار:

فقیر سید وحید الدین نے آپ سے پوچھا کہ شعر کسے کہتے ہیں تو علامہ اقبالؒ نے فرمایا:

"ایک مرتبہ فارمن کرسچن کالج لاہور کا سالانہ اجلاس ہو رہا تھا۔ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لوکس نے مجھے بھی اس میں شرکت کی دعوت دی۔ اجلاس کا پروگرام ختم ہونے کے بعد چائے کا بندوبست کیا گیا۔ ہم لوگ چائے پینے بیٹھے تو ڈاکٹر لوکس میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ چائے پی کر چلے مت جانا مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ ہم لوگ چائے پی چکے تو ڈاکٹر لوکس آ گئے اور مجھے اپنے ساتھ ایک گوشے میں لے گئے اور کہنے لگے۔" اقبالؒ مجھے بتاؤ کہ تمہارے پیغمبر پر قرآن کریم کا مفہوم نازل ہوا تھا اور چونکہ انہیں صرف عربی زبان آتی تھی۔ انہوں نے قرآن کریم عربی زبان میں منتقل کر دیا۔ یا یہ عبارت ہی اسی طرح اتری تھی۔ میں نے کہا یہ عبارت ہی اتری تھی۔ ڈاکٹر لوکس نے حیران ہو کر کہا کہ اقبال تم جیسا پڑھا لکھا انسان اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ عبارت ہی اس طرح اتری تھی۔ "میں نے کہا" ڈاکٹر لوکس! بلکہ میرا تجربہ ہے مجھ پر شعر پورا اترتا ہے تو پیغمبر پر عبارت پوری کیوں نہیں اتری ہوگی"۔ (فقیر سید وحید الدین، روز گار فقیر جلد اول ص 38)

نعتیہ اشعار بقائے دوام:

شاعر مشرق کو حضور ﷺ سے غیر معمولی وابستگی کا ثمر یوں عطا ہوا کہ ان کے نعتیہ اشعار بقائے دوام حاصل کر گئے۔ زمانہ صدیوں کی مسافتیں طے کرتا رہے گا مگر اقبالؒ کے نعتیہ کلام کی تب و تاب میں کمی رونما نہیں ہوگی۔ بلکہ ہر آنے والا دور اس سے فیض یاب ہوتے ہوئے فخر محسوس کیا کرے گا۔ مروجہ اسلوب میں باقاعدہ نعت گوئی نہ کرنے کے باوجود بھی علامہ اقبالؒ توصیف مصطفیٰ ﷺ میں اتنا کچھ کہہ گئے ہیں کہ زمانے بھر کے نعتیہ دواوین سے ان کے نعتیہ اشعار کا مقام و مرتبہ اولیٰ تر ہے۔ کیونکہ انہوں نے کوئی بھی نعتیہ کلام نعت برائے نعت کے حوالے سے نہیں

لکھا۔ بلکہ ان کی نعت مفاہیم و مضامین کا عزم بے کنار اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ نئے سے نیا پیغام۔ نئی سے نئی تجلی۔ غرض یہ کہ تجلیات نعت کی فراوانی نے ان کی نعت کو عالمگیریت عطا کر دی ہے۔

(پروفیسر محمد اکرم رضا، علامہ اقبالؒ گلزار نعت میں، کاروانِ نعت میں 163)

دیدار نبی ﷺ:

حضور نبی کریم ﷺ کے دیدار سے مشرف ہونے کی علامہ محمد اقبالؒ نے بہت عمدہ اور دلچسپ تفسیر و توجیہ کی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اتباع رسول اور تقلید نبوی میں ڈوب جانے کا نام ہی دیدارِ رسول ہے۔ دنیا میں ایسے زندگی بسر کرو جیسے رسول پاک ﷺ کا اسوہ حسنہ تم کو تلقین کرتا ہے اگر تم ایسا کرو گے تو تم کو جن وانس سب میں مقبولیت حاصل ہو جائیگی۔ آپکی سنت کی پیروی میں ڈوب کر خودشناسی حاصل کرو۔ یہی آپ کا دیدار ہے۔

(اقبال اور محبت رسول، ڈاکٹر محمد طاہر فاروقی)

روئے تو ایمان من قرآن من　　　جلوۂ داری دریغ از جان من

علامہ اقبالؒ　　آپ کا چہرہ ہی میرا ایمان اور میرا قرآن ہے
آپ اپنے دیار سے مجھے کیوں محروم رکھتے ہیں؟

ختم نبوت:

ختم نبوت کے عقیدے پر گفتگو میں انہوں نے فرمایا کہ ''ختم نبوت کے عقیدے کی ثقافتی قدر و قیمت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ کیلئے اعلان فرمادیا کہ آئندہ کسی انسان کے ذہن پر کسی انسان کی حکومت نہیں ہوگی۔ میرے بعد کوئی شخص دوسروں سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میری بات کو بلاچوں و چرا تسلیم کرلو۔ ختم نبوت ایسا عقیدہ ہے جس کی بدولت انسانی علم کے دائرے کو وسعت نصیب ہوگئی۔ (ملفوظاتِ اقبال، یوسف سلیم چشتی)

جواب شکوہ:

شمع رسالت کے اس پروانے نے بارگاہ الٰہی میں جب شکوہ پیش کیا اور مسلمان کی حالتِ زار کی نشان دہی کی تو کس عقیدت اور محبت سے مقام رسول کو خدا کی جانب سے بطور ''جواب شکوہ'' متعین کیا:

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں　　　یہ جہان چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(ماہنامہ کاروان قمر مارچ 2010 ص25)

فیضان رسالت:　　علامہ اقبال خطبات میں فرماتے ہیں:

''پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات گرامی کی حیثیت دنیائے قدیم و جدید کے درمیان ایک واسطہ کی ہے۔ باعتبار اپنے سرچشمہ وحی کے آپ کا تعلق دنیائے قدیم سے ہے، لیکن باعتبار اس کی روح کے دنیائے جدید سے۔ یہ آپ ہی کا

وجود ہے کہ زندگی پر علم وحکمت کے وہ تازہ سرچشمے منکشف ہوئے جو اسکے آئندہ رخ کے عین مطابق تھے“

”میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی اسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کے زمانے میں ہوا کرتے تھے“۔(ماہنامہ کاروان قمر مارچ 2010ء ص 24)

مقام حضرت بلالؓ:

یہ سب عزت وعظمت عشق نبی کے صدقے میں ان کو حاصل ہوئی تھی اور دنیا میں روزانہ پانچ وقت اذان کی آواز بلند ہوتی ہے۔ حضرت بلالؓ جنتی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو آپ کو جنت میں ایک طرف سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی تو محسن اعظم نے حضرت جبرائیلؑ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو جواب آیا کہ یہ آپ کے مؤذن حضرت بلالؓ ہیں، سبحان اللہ! (ذکر رسول ﷺ، ڈاکٹر حمید یزدانی)

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

روحانی غذا:

1931ء میں بیرون موچی دروازہ میلاد النبی ﷺ پر ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تقریر مولانا سید احمد سعید کاظمی کی اور صدارت حضرت علامہ اقبالؒ کی تھی۔ اس جلسہ کی کیفیت اور حضرت علامہؒ کے عشق رسول کریم ﷺ کی کہانی مولانا کاظمی کی زبانی سنئے فرماتے ہیں:

”علامہ اقبالؒ کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدس کی عظمت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ یہ حسن اتفاق تھا کہ 1931ء ”دارالعلوم نعمانیہ لاہور“ کے مدرس کی حیثیت سے میں ایک جلسہ میلاد النبی ﷺ میں شرکت کیلئے گیا۔ اس جلسہ کا اہتمام بیرون موچی دروازہ کیا گیا تھا۔ علامہ محمد اقبالؒ کا تعارف مجھ سے کرایا گیا، میں نے ’محمد رسول اللہ ﷺ پر سیر حاصل تقریر کی۔

دوران جلسہ وہ اس قدر روئے کہ ہر دیکھنے والا یہ محسوس کر رہا تھا کہ علامہ اقبالؒ نبی کریم ﷺ کی محبت میں مخمور تھے۔ جلسے کے اختتام پر انہوں نے کہا کہ آپ نے ہمیں آج روحانی غذا میسر کی ہے۔ علامہ اقبالؒ ذی علم تو تھے مگر حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدس کی عظمت ان کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ وہ ایک سچے مسلمان تھے۔ ان کی شاعری میں خالصتاً اسلام کا رنگ جھلکتا تھا۔

(روزنامہ امروز 24 فروری 1982ء مضمون سید محمد عبداللہ قادری بحوالہ ماہنامہ جہان رضا اپریل 2010ء)

اتباع:

اسی طرح ”اسرار خودی“ میں عشق رسول کے سلسلے میں انہوں نے بایزید بسطامیؒ کے بارے میں لکھا ہے

کہ وہ سنت کے بے حد پابند تھے اور انہوں نے خربوزہ صرف اس لئے نہ کھایا کہ انہیں معلوم نہ ہو سکا کہ آنحضرت ﷺ اس پھل کو کبھی کھایا یا نہیں اور اگر کھایا تو کس طرح۔ یہ بات یاد رہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے علاقہ "بسطام" میں خربوزہ بڑی وافر مقدار میں ہوتا ہے۔ کامل بسطام در تقلید فرد اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

(ماہنامہ کاروان قمر مارچ 2010ء)

بسطام کا مرد کامل نسبت رسول میں بے مثال تھا حتی کہ اتباع رسول مقبول ﷺ میں خربوزہ کھانے سے اجتناب کرتا تھا۔

گل صد برگ: ڈاکٹر صاحب "اسرار ورموز" میں فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کی مثال گل صد برگ کی سی ہے کہ گو اس میں سو پنکھڑیاں ہیں مگر سب ایک اصل سے وابستہ ہیں اور میں تمہیں کیا بتاؤں کہ آپ کی محبت کیا چیز ہے۔ یہ محبت تو وہ ہے جو بے جان چیزوں کو بھی آپ کیلئے بے قرار رکھتی ہے۔ چنانچہ منبر کی خشک لکڑی بھی آپ کی جدائی میں ایسے زار و قطار اور بلند آواز سے روئی تھی کہ سننے والے ششدر رہ گئے۔ مسلمانوں کا وجود آپ کے جلوؤں سے روشن ہے اور آپ کے قدموں کی خاک ایسی مقدس اور بلند رتبہ ہے کہ اس سے طور جنم لیتے ہیں۔ سبحان اللہ خاک طیبہ! یہاں کی خاک دونوں عالم سے بہتر اور بڑھ کر ہے۔

مٹی صاحب ایمان: آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے جسم میں استعمال ہونے والی خاک کو اس شہر مدینہ (مدینہ منورہ) کی خاک کا وہ حصہ ہونے کا شرف حاصل ہے جہاں میری آخری آرام گاہ ہے اور اسی طرح آپ ﷺ نے ایک دفعہ فرمایا جس اللہ کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے اس کی قسم مدینہ منورہ کی مٹی بھی صاحب ایمان ہے"۔

چنانچہ علامہ اقبال نے بھی خوب فرمایا (نقش سیر نمبر۹)

خاک طیبہ از دو عالم خوش تر است اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

ترجمہ: طیبہ کی خاک دونوں جہانوں سے بہتر ہے۔ اے (دل کی) ٹھنڈک شہر کہ وہاں محبوب ہے۔

زندہ واپس نہیں آئیں گے:

میر غلام بھیک نیرنگ تحریر فرماتے ہیں: "اقبال کا قلبی تعلق حضور سرور کائنات ﷺ کی ذات قدسی صفات سے اس قدر نازک تھا کہ حضور ﷺ کا ذکر آتے ہی انکی حالت دگرگوں ہو جاتی تھی۔ اگرچہ وہ فوراً ضبط کر لیتے تھے۔ چونکہ میں بارہا ان کی یہ کیفیت دیکھ چکا تھا۔ اس لئے میں نے ان کے سامنے کچھ نہیں کہا: مگر خاص لوگوں سے بطور راز ضرور کہا کہ یہ اگر حضور پاک ﷺ کے مرقد پر حاضر ہوں گے تو زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ وہیں جاں بحق ہو جائیں گے۔ میرا اندازہ یہی تھا۔ اللہ بہتر جانتا ہے"۔ (سید عبدالرشید فاضل، اقبال اور عشق رسالت مآب ﷺ ص 52-51)

آخری خواہش: "چراغ سحری بجھا چاہتا ہوں۔ تمنا ہے کہ مرنے سے پہلے قرآن حکیم سے متعلق اپنے افکار قلمبند کر جاؤں۔ جو تھوڑی سی ہمت و طاقت ابھی مجھ میں باقی ہے اسے اسی خدمت کیلئے وقف کرنا چاہتا ہوں

تا کہ قیامت کے دن آپ کے جدامجد (حضور نبی کریم ﷺ) کی زیارت مجھے اس اطمینان خاطر کے ساتھ میسر ہو کر اس عظیم الشان دین کی جو حضور ﷺ نے ہم تک پہنچایا کوئی خدمت بجالایا"۔ وہ عشق رسول ﷺ کے تقاضوں سے اچھی طرح واقف تھے وہ اس دین کی خدمت بجالانے کو حضور ﷺ کا وسیلہ سمجھتے تھے۔

تو اے مولا طیبہ آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی، میرا ایمان ہے زناری

آخری عمر میں انکا حال یہ تھا کہ وہ قرآن حکیم اور مثنوی مولانا رومؒ کے علاوہ ہر قسم کا مطالعہ چھوڑ بیٹھے تھے۔ حکیم محمد حسن عرشی کے نام لکھتے ہیں، "آپ اسلام اور اس کے حقائق کے لذت آشنا ہیں مثنوی رومی کے پڑھنے سے اگر قلب میں گرمی شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہیے۔ شوق خود مرشد ہے۔ میں ایک مدت سے مطالعہ کتب ترک کر چکا ہوں۔ اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنوی رومی" (ماہنامہ فکر ونظر اسلام آباد اپریل 1986ء اقبال کے خطوط کے چند نظریاتی پہلو)

یم عشق کشتی من یم عشق ساحل من — نہ غم سفینہ دارم نہ سر کرانہ دارم
شررے فشاں ولیکن شررے کہ وانسوزہ — کہ ہنوز نو نیازم غم آشیانہ دارم

علامہ اقبالؒ

دریائے عشق ہی میری کشتی ہے، دریائے عشق ہی میرا ساحل ہے
نہ مجھے سفینے کا غم ہے اور نہ ہی کنارے کی خواہش ہے مجھے پر اپنی
محبت کی چنگاری ڈالیے، مگر ایسی نہیں جو مجھے بالکل ہی جلا دے
میں نو نیازِ عشق ہوں، میرے اندر ابھی تک آشیانے سے وابستگی باقی ہے

خوشنودی رسول ﷺ:

1931ء میں علامہ اقبال دوسری گول میز کانفرنس میں شرکت کیلئے لندن گئے تو راستہ میں اسکندریہ (مصر) رکے جہاں مصر کے دیگر علماء شخصیات کے ساتھ سید محمد قاضی ابوالعزام نے استقبال کیا اور پھر شام کو اپنے صاحبزادوں کے ساتھ علامہ کی قیام گاہ پر ملاقات کیلئے تشریف لائے۔ علامہ نے کہا: میں خود زیارت کیلئے حاضر ہو جاتا، آپ کیوں تشریف لائے؟ قاضی ابوالعزم نے کہا کہ خواجہ دو جہاں کا ارشاد ہے: جس نے دین سے تمسک کیا اس کی زیارت کو جاؤ گے تو مجھے خوشی ہو گی لہٰذا ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق چلا آیا ہوں کہ میرے آقا خوش ہوں۔ علامہ نے سنا تو بے تاب ہو گئے اور انہیں ایک چپ سی لگ گئی۔ سید قاضی ابوالعزم نصیحتیں کرتے رہے اور علامہ سنتے رہے۔ جب وہ واپس ہوئے تو علامہ دیر تک روئے اور فرمایا: ایسا زمانہ آگیا ہے کہ لوگ مجھ جیسے گنہگار کو متمسک بالدین جان کر خواجہ دو جہاں ﷺ کے ارشاد کی اتباع میں حضور ﷺ کی خوشنودی کیلئے ملنے آتے ہیں۔ اتنا کہہ کر پھر روئے کہ ہچکی بندھ گئی۔

(ماہنامہ کاروان قمر مارچ 2010ء ص 33)